

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

مخدوم ہاشم ٹھٹھویؒ کی وسیلۃ الفقیر فی شرح اسماء النبی البشیر کا اختصا صی مطالعہ

Pious wives of the Holy Prophet (peace be upon him)

Specific study of wasilatul-Faqir fi sharh asma al-Nabi al-Bashir by Makhdoom Hashim

نوید انور

پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ قرآن و سنہ، جامعہ کراچی

Abstract:

Makhdoom Hashim thatvi RA is known as biographer of Holy Prophet SAWW. He has a different methodology then other biographer have. He has collected 1180 Names (Asma Un Nabi) of Holy Prophet SAWW and had written a booklet "Hadiqat us Sifa fi Asma un Nabi al Mustafa" then wrote a detailed interpretation in persion language "Wasilat ul faqir fi asma Sherh Asma un Nabi" this article discusses the same manuscript in detail.

Keywords: Asma un Nabi, Sirah, Makhdoom Hashim, Azwaj Mutaharat.

مخدوم ہاشم ٹھٹھویؒ نے سیرت نگاری کے میدان میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی ہے اور ایک نیا اسلوب متعارف کروایا ہے۔ ان کا اصل کام اسماء النبی ﷺ کو جمع کرنا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے "حديقة الصفا في اسماء النبي المصطفى" نامی رسالہ لکھا اور اس میں نبی کریم ﷺ کے 1180 اسماء کو جمع کیا۔ اس کے بعد اپنے اس رسالے کی ایک ضخیم فارسی شرح بھی "وسيلة الفقير في شرح اسماء النبي البشير" کے نام سے تالیف کی ہے جس میں ان تمام اسمائے گرامی کے مصادر بیان کئے ہیں اور تشریح کے دوران ان کے عجیب و غریب فوائد و خواص بھی بیان کئے ہیں۔ یہ شرح تاحال طبع نہیں ہے۔

اور اس کا مخطوطہ سندھ یونیورسٹی میں موجود ہے۔ اس مخطوطے میں مذکور آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ہر اسم آپ ﷺ کی ذات اقدس کی حقیقی نمائندگی کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہی وہ ذات ہے جو ان اسماء کا حقیقی مصداق ہے، گویا آپ ﷺ کی ذات ایک نہیں بلکہ ہزاروں پر مشتمل ہے۔

ہمارے مد نظر جو مخطوطہ ہے وہ مخطوطہ سندھ یونیورسٹی جام شورو، حیدر آباد کی لائبریری سے حاصل کیا گیا۔ اس مخطوطے پر لگی ہوئی مہر کے مطابق یہ مخطوطہ سندھیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں موجود ہے۔ اور اس پر اس کا نمبر 1514 درج ہے۔

مؤلف کا نام لکھا گیا ہے:

سند السند الفقیہ المدقق المحدث المحقق المخدوم المعظم محمد ہاشم التتوی۔

جن صاحب نے اس مخطوطے کو لکھنے کا حکم دیا اور اس کی کتابت کا بار اٹھایا ان کا نام المفتی فقیر صاحب غلام حسین قادری نقشبندی ہے۔

کاتب کا نام فتح محمد نظامانی ہے: اس کے کل صفحات 396 ہیں۔ جو بڑے سائز میں A4 کی تقطیع میں ہیں۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ مخطوطہ نہ صرف رسول اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی پر مشتمل ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ایک ایسا انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے درخشاں پہلوؤں کے حوالے سے ایسی مستند گفتگو کی گئی ہے جس سے بہت ہی کم لوگ آشنا ہیں۔

نام و نسب

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب یوں ہے: محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن خیر الدین الحارثی البتورائی سندھی بھٹوروی، بہراپوری، ٹھٹھوی۔⁽¹⁾

آپ کے نام کے ساتھ پانچ نسبتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی وجوہات درج ذیل ہیں:

”سندھی“۔ چون کہ آپ کا تعلق ”سندھ“ سے تھا اس وجہ سے ”سندھی“ کہلاتے ہیں۔

”بھڑوی“۔ چوں کہ مخدوم صاحب کی پیدائش میرپور بھڑوہ میں ہوئی اس وجہ سے ”بھڑوی“ کہلاتے ہیں۔
 ”بہرامپوری“۔ چوں کہ مخدوم صاحب فراغتِ علم کے بعد یہاں آئے تھے اس وجہ سے آپ ”بہرامپوری“ کہلاتے ہیں۔
 ”ٹھٹھوی“۔ چوں کہ مخدوم صاحب کا آخر دم تک ٹھٹھ سے تعلق رہا اور اسی میں آباد رہے اس وجہ سے ”ٹھٹھوی“ کہلاتے ہیں۔

مخدوم صاحب کی ذات پنہور تھی، پنہور قوم کا نسب عربوں سے ہے اور ان کا نسب ”حارث بن عبدالمطلب“ کے ساتھ ملتا ہے یہ لوگ محمد بن قاسم کے ساتھ آئے تھے اور سندھ میں آباد ہو گئے جہاں تک لفظ ”مخدوم“ کا تعلق ہے یہ کوئی ذات نہیں ہے بلکہ آپ کو علمی جدوجہد اور دینی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے ”مخدوم“ کہا جانے لگا جب کہ ”رچرڈ برٹن“ لکھتے ہیں کہ ”مخدوم“ اس وقت سندھ میں ایک عہدہ تھا جس کے لیے بڑے بڑے لوگ خواہش مند ہوتے تھے۔⁽²⁾

پیدائش

آپ کی پیدائش جمعرات ۱۰/ربیع الاول ۱۱۰۴ھ بمطابق ۱۹/نومبر ۱۶۹۲ء کو ٹھٹھ کے مضافاتی علاقے بھڑوہ میں ہوئی۔⁽³⁾

اساتذہ و مشائخ

علمی گھرانے کے اس عظیم سپوت پر بچپن سے ہی ذہانت و فطانت کے آثار نمودار تھے۔ آپ کے پہلے معلم خود آپ کے والد بزرگوار تھے جو خود بھی نیک سیرت اور علوم اسلامی کے فاضل تھے آپ نے اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالغفور (۱۱۱۳ھ) سے ابتدائی تعلیم شروع کی اور چھ ماہ کے عرصے میں قرآن شریف ختم کر لیا اور کچھ دوسری کتابیں بھی پڑھیں۔⁽⁴⁾

بقیہ علوم ٹھٹھ (جو اس وقت علم کا مرکز تھا) کے مشہور علماء سے پڑھے، جن میں سرفہرست مخدوم ضیاء الدین (ت ۱۱۷۱ھ) ہیں جو اپنے زمانے میں مرجع علم و فن تھے۔ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے۔

ٹھٹھ میں ہی مخدوم سعید سے بھی آپ نے استفادہ کیا، لیکن آپ کے احوال کے بارے میں زیادہ تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔
 کہا جاتا ہے کہ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ نے نو سال کے مختصر عمر میں تمام علوم ختم کر لیے تھے۔⁽⁵⁾

آپ نے شیخ عید بن علی نمرسی مصری شافعی رحمہ اللہ (۱۱۴۰ھ) سے بھی استفادہ کیا۔

شیخ محمد بن ابراہیم کردی کورانی مدنی رحمہ اللہ (۱۱۴۵ھ) بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔^(۶)

تدریس و اصلاح

رسمی فراغت کے بعد آپ نے اپنے علاقے بھور کے قریب ہی ایک مدرسہ قائم کیا اور اس میں درس و تدریس کے مشغلے کو جاری رکھا۔ آپ کی حق گوئی و بے باکی وہاں کے گدی نشینوں اور وڈیروں کو پسند نہ آئی، چنانچہ مجبوراً آپ کو وہاں سے ہجرت کرنی پڑی اور مستقل طور پر ٹھٹھہ میں رہنے لگے اور وہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جس میں علم دین کے تشنگان دور دراز سے آکر خوب سیراب ہوتے۔

بیعت

حصول علم کے بعد سفر حج سے واپسی کے موقع پر روحانی تعلیم و تربیت اور اکتساب فیض کی طرف متوجہ ہوئے اور کسی کامل مرشد کی تلاش کرتے کرتے ابو القاسم نقشبندی ٹھٹھوی رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے، لیکن شیخ نے آپ کو سلسلہ قادریہ کی معروف شخصیت محدث عصر سید میر سعد اللہ بن غلام محمد سلونی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ)^(۷) کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ لہذا آپ تقریباً ایک سال شیخ کی خدمت میں رہے، شیخ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے مخدوم صاحب کو سلسلہ قادریہ کا خرقہ پہناتے ہوئے اجازت و خلافت سے نوازا اور ماہ صفر ۱۱۳۷ھ میں آپ ٹھٹھہ واپس آگئے۔^(۸)

وفات

سندھ کی اس عظیم علمی شخصیت نے قلبی ذکر کے دوران ستر سال کی عمر میں ۶/ رجب المرجب ۱۲۷۴ھ میں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی مرقد ٹھٹھہ کے مشہور و تاریخی قبرستان ”مکلی“ کے قریب ہے۔ آپ کی قبر انور آج بھی مرجع الخلائق ہے۔ رحمہ اللہ۔

مخدوم ہاشم ٹھٹھویؒ نے ازواج مطہرات کے حوالے سے بہت لاجواب تحقیق کی ہے اور اس زمانے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تحقیق بہت ہی اعلیٰ پائے کی ہے۔ اسی لئے انہوں نے یہ سرخی لگائی:

سَيِّدُ نَاصِحِ الْأَزْوَاجِ الطَّاهِرَاتِ ﷺ

پاکیزہ بیویوں والے جوہر قسم کی ظاہری و باطنی نجاست سے پاک ہیں۔

اس کے بعد وہ مزید لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب باعتبار نکاح مع الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے، یہاں ہم ترتیب وار ازواج مطہرات کے کچھ احوال قلمبند کریں گے، جن کے بارے میں سیرت نگاروں کا اتفاق ہے اور جن ازواج کے متعلق اختلاف ہے اس کی تصریح صحیح اقوال سے کریں گے، اور ان کے متعلق جو روایات پیش کی جائیں گی ان کی صحت کا التزام کریں گے۔ یہاں ازواج مطہرات کو تین اقسام پر تقسیم کریں گے۔

قسم اول

ازواج مطہرات جو متفق علیہ ہیں جن کے متعلق تمام اہل سیر کا اتفاق ہے، وہ گیارہ بیویاں ہیں، جن میں سے چھ قریشی عرب اور چار غیر قریشی عرب ہیں، جبکہ ایک غیر عرب، یعنی بنی اسرائیل میں سے ہے۔

قریشیات۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

قریشی امہات المؤمنین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہے، ان کا نسب یہ ہے: ”خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی“ ان کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پانچویں پشت، یعنی قصی میں جا کر مل جاتا ہے۔ ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن اصم بن لعیض بن عامر بن لوئی ہے، اس اعتبار سے ماں کی طرف سے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریشیہ ہیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی پیدائش واقعہ اصحابِ فیل سے پندرہ سال قبل ہوئی۔⁽⁹⁾

”أول الإسلام من جميع المسلمين من الرجال والنساء“ (یعنی روئے زمین پر سب سے پہلے اسلام لانے والے مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائی ہیں) اس بات پر علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے اجماع المسلمین نقل کیا اور ان کی تائید امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ نیز امام ثعلبی اور عبد البر رحمۃ اللہ علیہما نے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اول الاسلام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔⁽¹⁰⁾

جیسے کہ فتح الباری میں تصریح ہے کہ خدیجہ الکبریٰ نے بعثت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی۔⁽¹¹⁾

یعنی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچاسویں سال میں چل رہی تھی، انتقال دس رمضان المبارک کو ہوا، اس وقت ام المؤمنین کی عمر (۶۵) سال تھی، مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی اور بمقام ”جئون“ میں دفن ہوئیں، یہ مکہ معظمہ میں ایک قبرستان تھا، خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اتارا، اس وقت نمازہ جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی، بلکہ نماز پنجگانہ بھی ابھی تک فرض نہیں ہوئی تھی۔⁽¹²⁾

فضائل حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱) اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کو حکم دیا کہ میرا سلام خدیجہ کو پہنچاؤ، لہذا جبرائیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام کہا، نیز میری طرف سے بھی سلام پہنچائیے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام انہیں پہنچایا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ”اللہ السلام، ومنہ السلام، وعلیٰ جبرائیل السلام“ نسائی میں کچھ اضافہ مذکور ہے، وہ یہ کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ”وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“۔ ابن سنی نے ان سب پر اس جملے کا اضافہ بھی کیا: ”وعلیٰ من سمع السلام إلا الشیطان“⁽¹³⁾

(۲) حضور ﷺ نے ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا، اس پر تمام علماء اور اہل سیرت کا اتفاق ہے۔

(۳) جناب المرسلین ﷺ کی تمام اولاد لڑکے اور لڑکیاں انہی کے بطن سے ہوئے۔ صرف سیدنا ابراہیم سیدہ ماریہ کے بطن سے ہوئے۔ اور یہ بات بھی طے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ الزہراء سے چلی ہے اور یہ خدیجہ الکبریٰ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں، لہذا معلوم ہوا کہ آج دنیا میں جتنے سادات کرام موجود ہیں، سب کے سب خدیجہ الکبریٰ کی نسل سے ہیں۔

دوسری قریشی زوجہ / حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عدوہ بن نصر بن مالک بن حنظل بن عامر بن لوی۔ حضور ﷺ کی نویں پشت میں جا کر ان کا سلسلہ نسب مل جاتا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ محترمہ انصار میں سے بنی عدی بن نجار کے قبیلے سے تھیں، جو عبد المطلب جد رسول ﷺ کی والدہ کا قبیلہ بھی ہے۔ ان کی والدہ کا نام ہے: شمس بنت قیس بن عمرو بن زید بن لبید بن خراش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، اور عبد المطلب کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن زید ہے۔ اس اعتبار سے سلمیٰ ”شمس“ کی پھوپھی لگتی ہیں۔

حضرت سودہ مکہ معظمہ میں اوائل اسلام ہی میں مسلمان ہو گئیں تھیں، حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد چند دن کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا، لیکن بہر حال اہل علم کے ہاں اس بات پر کچھ اختلاف ہے کہ پہلے سودہ کا نکاح ہوا یا عائشہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا؟

اس سلسلہ میں صحیح قول یہ ہے کہ پہلے سودہ کا نکاح ہوا، پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا، یہی جمہور کا مسلک ہے اور بعض علماء کے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد سودہ سے پہلے ہوا، ان دونوں اقوال کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے پہلے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے، لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پہلے دخول ہوا، لہذا جو یہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعد میں ہوا ان کے نزدیک عقد یا نکاح سے نکاح مع الدخول مراد ہے، اگرچہ متبادر فی الذہن عقد سے شادی مراد ہوتی ہے، نہ کہ دخول۔⁽¹⁴⁾

شرح مواہب میں یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ماہ رمضان میں ہوا، تو شوال میں سودہ سے نکاح ہوا، اسی شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی نکاح ہوا، مگر سودہ کی رخصتی پہلے ہوئی اور عائشہ کی بعد میں، یعنی سودہ کی ہجرت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں رخصتی ہو گئی تھی۔⁽¹⁵⁾

نیز فتح الباری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپ کے گھر میں سوائے سودہ کے کوئی عورت نہ تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اگرچہ اس وقت عقد ہو چکا تھا، لیکن رخصتی انجام نہیں پائی تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دورِ خلافت میں ہوا، لیکن علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی تاریخ کبیر میں لکھا کہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور میں ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۳ھ میں ذی الحجہ کے بالکل اخیر میں شہید کئے گئے، ان دونوں قولوں کے درمیان زیادہ فرق اور دوری ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی، ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ دوسرے قول کو ترجیح حاصل ہے اور یہی مشہور ہے۔ علامہ خمیس رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ”ہو الاصح“ ہے۔⁽¹⁶⁾

حضرت سودہ سے کتب صحاح میں صرف پانچ حدیثیں روایت کی گئی ہیں جن میں سے ایک بخاری شریف میں، جبکہ دوسری حدیثیں سنن اربعہ میں مذکور ہیں۔ (شرح مواہب، وکذا فی روضۃ الاحباب)⁽¹⁷⁾

تیسری قریشی زوجہ / حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چہیتی بیٹی ہیں۔ حضرت ابو بکر کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو بکر ہے۔ آپ کے والد کا کنیت ابی قافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نام عثمان ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی بکر صدیق بن ابی قافہ (عثمان) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوئی۔ یہاں پہنچ کر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتویں پشت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام زینب ہے اور بعض حضرات نے دع ذکر کیا، ان کی کنیت ام رومان ہے۔⁽¹⁸⁾

شرح مواہب میں ہے کہ ام رومان مسلمان ہوئی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ان کے شوہر ہیں) کے بعد ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں فوت ہوئیں اور بعض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انتقال ہوا تھا۔⁽¹⁹⁾

بقول علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ دوسرا قول مختلف وجوہات کی بناء پر رائج ہے۔⁽²⁰⁾

(یہ ام رومان جو کہ عائشہ کی والدہ ہیں، ان کا تذکرہ تھا) اب دوبارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

پیدائش حضرت عائشہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ۶۴ھ نبوت، عہد اسلام میں ہوئی، جیسے کہ ”اصابہ“ اور ”عیون“ میں تصریح ہے۔⁽²¹⁾

۱۰ھ شوال کے مہینے میں مکہ مکرمہ میں عقد نکاح انجام پایا، یہ عقد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد اور ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے عقد میں جو اختلاف واقع ہے، وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے باب میں گزر چکا۔

عقد کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ عقد کے بعد عمر کم ہونے کی وجہ سے اپنے گھر میں رہیں، رخصتی نہیں ہوئی، یہاں تک کہ ہجرت کے بعد مدینہ مطہرہ میں آٹھ مہینے گزرنے کے بعد شوال ہی کے مہینے میں رخصتی ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں وارد ہوئیں، چونکہ ہجرت مشہور قول کی بنیاد پر ربیع الاول کے مہینے میں واقع ہوئی، اس اعتبار سے شوال آٹھواں مہینہ بنتا ہے، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال تھی، جیسے کہ صحیحین میں آیا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میرے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال کے مہینے میں نکاح کیا اور شوال ہی کے مہینے میں مجھے اپنے گھر لے آئے۔ نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ برس تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، جیسا کہ صحیح و مسلم وغیرہ نے تصریح کی ہے۔⁽²²⁾

وفات

حضور ﷺ کے بعد صدیقہ کائنات ام المومنین عائشہ حمیرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرصہ زندہ رہیں اور ۵۸ھ میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں ۷۱ رمضان المبارک منگل کی رات ۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی، رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔⁽²³⁾

حضور ﷺ کے بعد تقریباً پچاس سال تک زندہ رہیں، جیسے شرح مواہب، فتح الباری اور حاکم سے مستدرک میں نقل کیا گیا ہے کہ منگل کی رات وتر کی نماز کے بعد انتقال ہوا، اسی رات جنازہ تیار ہوا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی

اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، قبر میں دو بھتیجوں قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اتارا۔

فضائل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل حدیث میں بکثرت وارد ہیں، ان میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نکاح میں ان کے علاوہ کوئی باکرہ عورت نہیں آئی اور حضور ﷺ کی ازواج میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے محبت تھی اور حضور ﷺ نے انہی کے حجرہ میں ان کے پہلو میں جان جان آفرین کے سپرد کی اور جس دن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی اسی دن حضور ﷺ کی تدفین عمل میں آئی اور ان کے حجرہ مبارکہ کو قیامت تک روضہ اقدس بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

”روضۃ الاحباب“ میں ایک صحیح روایت آئی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پوچھنے والے نے کہا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے والد۔⁽²⁴⁾

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا کہ زمانہ اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا محبوب جس نے دنیا میں اپنی آنکھ کھولی وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ صحاح میں وارد ہے کہ صحابہ کرام اپنے ہدایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تک روک کر رکھتے تھے، ان کی باری آتی تو پیش فرماتے، اس سے صحابہ کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا تھا۔ حضرت صدیقہ حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ”کیف حبک بی“ تو دربار رسالت سے جواب آیا کہ ”کعقدة الحبل“

نیز فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی پوچھا کرتیں کہ ”کیف العقدة یا رسول اللہ!“ جواب میں ارشاد ہوتا: ”وہی علیٰ حالہا“⁽²⁵⁾

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ اکابر تابعی ہیں، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں:

”حدثني الصديقة حبيبة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم“ ایک اور روایت میں ہے کہ مسروق رحمہ اللہ فرماتے کہ ”حبيبة حبيب الله المرأة من السماء“⁽²⁶⁾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! میں نے تجھے تین مرتبہ اس طرح خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرائیل امین تیری تصویر سبز ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لائے اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں نے وہ کپڑا ہٹا کر دیکھا تو تیری تصویر تھی، ابھی تو بھی ذرا کپڑا ہٹانا، جیسے میں نے ہٹایا تھا، پھر میں نے جبرائیل سے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ خود مقدر فرمائیں گے۔⁽²⁷⁾

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بڑی فقیہہ عالمہ تھی اور انہیں تمام علوم میں دسترس حاصل تھی، یہاں تک کہ فتح الباری میں ہے کہ احکامات اسلام کا چوتھا حصہ انہی سے منقول ہے اور فردوس میں ایک روایت ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ اپنے دین کا تہائی حصہ حمیرا سے حاصل کرو اور ”نہایہ“ میں ہے کہ اپنے دین کا آدھا حصہ حمیرا سے حاصل کرو۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرب کی تاریخ، اشعار اور واقعات سے خوب واقف تھیں اور جو دو سخا اور صدقہ دینے میں نہایت مشہور تھیں، اس سلسلہ میں ام فروہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم پیش کئے گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی وقت سب کے سب تقسیم کر دیئے اور خود اس دن روزہ سے تھیں، میں نے کہا کہ اپنے لئے ایک درہم بچا لیتیں، تاکہ افطاری میں کچھ گوشت کا انتظام ہو جاتا تو فرمانے لگیں کہ آپ اس وقت یاد دلاتی تو رکھ لیتی۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی محدثہ تھیں، یہاں تک کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو ہزار دو سو دس روایتیں نقل کی گئی ہیں، ان میں سے (۱۷۴) ایک سو چوہتر احادیث متفق علیہ ہیں، جب کہ امام بخاری نے (۵۴) اور امام مسلم نے (۶۸) حدیثیں انفرادی طور پر ذکر کی ہیں اور بقیہ احادیث حدیث کی دوسری معتمد کتابوں میں مذکور ہیں۔⁽²⁸⁾

چوتھی قریشی زوجہ / حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نفیل بن عبد العزی بن ریح بن عبد اللہ بن قُریظ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی۔ یہاں حفصہ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی آٹھویں پشت ہے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جُح بن عمرو بن مُصَیص بن کعب بن لوئی۔

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زینب والدہ حفصہ حضرت عثمان بن مظعون کی بہن ہیں۔⁽²⁹⁾ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبوت سے پانچ سال قبل فاطمہ الزہراء کی پیدائش والے سال پیدا ہوئیں۔⁽³⁰⁾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح شعبان کے مہینے میں ہجرت کے ڈھائی سال بعد فرمایا۔ ان کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی، یہ اصح قول کی بناء پر ہے، ایک قول ۴۱ھ کا ہے۔ ان کا نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی، کیونکہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے امیر تھے۔ ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔

فضائل حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک عمدہ ترین فضیلت یہ ہے کہ حضرت جبرائیل نے ان کے متعلق فرمایا: ”یا رسول اللہ! إنها صَوَامَةٌ قَوَّامَةٌ“ یعنی یقیناً وہ بہت زیادہ روزہ دار اور بہت زیادہ شب بیدار ہیں نیز حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (۶۰) احادیث مبارکہ روایت کی گئیں۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے تین یا چار احادیث اتفاقاً طور پر ذکر کیں اور امام بخاری نے دو، جبکہ امام مسلم نے چھ حدیثیں انفرادی ذکر کیں، باقی احادیث حدیث کی دیگر کتابوں میں مذکور ہیں۔⁽³¹⁾

پانچویں قریشی زوجہ / ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام سلمہ بنت ابی امیہ (اصل نام حذیفہ یا سہیل یا زبیر ہے بناء بر اختلاف اقوال) بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم بن یثظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر۔ قول صحیح کی بناء پر ”مرہ“ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اب سابع، یعنی ساتویں پشت میں واقع ہے، ام سلمہ کا اصلی نام ”ہند“ ہے اور ماں کی طرف سے بنی کنانہ سے تعلق ہے، ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خزیمہ بن علقمہ بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صحیح قول کے بنا پر ۶۰ھ شوال کے آخر میں ہوا، بعض نے ۶۰ھ لکھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں ۶۱ھ میں ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ بھی محرم ۶۱ھ میں ہوئی ہے اور یزید بن معاویہ ۶۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔

صاحب تقریب نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۲ھ بتائی ہے، لیکن علامہ ابن عبد البر نے پہلے قول کی تائید کی اور سیرت شامیہ نے بھی پہلے قول کو اختیار کیا، ان کی نماز جنازہ مدینہ منورہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی، ان کی کل عمر صحیح قول کی بناء پر (۸۳) سال ہے، تدفین جنت البقیع میں عمل میں آئی۔⁽³²⁾

فضائل ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (۳۷۸) تین سو اٹھتر احادیث منقول ہیں۔ (۱۳) ان میں سے متفق علیہ ہیں، (۳) امام بخاری رحمہ اللہ نے اور (۱۳) امام مسلم رحمہ اللہ نے منفرداً اپنی صحاح میں ذکر کیں اور بقیہ احادیث دوسری احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ سیرت شامی میں بیثم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ازواج مطہرات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور آخر میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔⁽³³⁾

چھٹی قریشی عورت / ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب

ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا (ابو سفیان کا اصلی نام صخر ہے) بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی پشت عبد مناف میں ام حبیبہ کا نسب مل جاتا ہے، ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ ہے اور یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

حضور ﷺ کے حرم میں ۶ یا ۷ میں داخل ہوئیں۔ ”اصابہ“ میں سات ہجری کو اصح قرار دیا گیا ہے اور صاحبِ عیون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چھ ہجری والا قول معتبر نہیں۔

آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۴ھ میں یا ۴۲ھ کو ہوا۔

علامہ بلازی نے پہلے قول کو ترجیح دی، جبکہ ابن سعد اور ابو عبیدہ نے اس پر جزم کیا ہے، امام حاکم نے مستدرک میں اسی قول پر اکتفا کیا، یعنی ۴۴ھ میں، ان کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی صحاح ستہ میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔⁽³⁴⁾ ”روضۃ الاحباب“ میں ان کی مرویات کو جو کتب حدیث میں مذکور ہیں (۶۵) تک بتلایا ان میں سے دو حدیث متفقہ علیہ، جبکہ ایک حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے بقیہ دوسرے ائمہ حدیث نے نقل کیں۔

قسم دوم۔ غیر قریشیات

غیر قریشی ازواج دو طرح کی ہیں: ایک عربیات، دوسری غیر عربیات۔ عربیات چار ہیں:

پہلی عربیہ زوجہ / زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا نام زینب بنت جحش بنت ریاب بن یغمر بن صہرہ بن مرثدہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ ان کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہویں پشت خزیمہ میں جا کر مل جاتا ہے، یہ قریشی نہیں، بلکہ عربیہ ہیں۔ کیونکہ قریشی اصح قول کے اعتبار سے انہیں کہا جاتا ہے، جن کا نسب تیرہویں پشت سے اوپر تک چلا گیا۔ انہیں اسدیہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ ان کے نسب میں اسد بن خزیمہ ہیں۔ ماں کا نام مع نسب یہ ہے: امیہ بنت عبد المطلب بن ہاشم، یعنی زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی پھوپھی ہیں، تو (امیہ کے اسلام کے بارے میں اختلاف ہے، ابن سعد نے ان کے اسلام لانے کو ثابت کیا ہے) اس اعتبار سے زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی ہوئیں۔

جب ان کے نکاح کا مسئلہ درپیش ہوا تو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، کچھ عرصہ زینب ان کے نکاح میں رہیں، پھر دونوں کی آپس میں نہ بن سکی جس کی وجہ سے زید رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، جب ان کی عدت گزر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْنَدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا“، (35)

اسی وجہ سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فخر کے ساتھ کہا کرتی تھیں کہ تم لوگوں کا نکاح تمہارے والد یا بھائی یا کسی اور ولی رشتہ دار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کرایا اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کرایا اور میرے نکاح کے سلسلہ میں کوشش کرنے والے جبرائیل امین تھے، ان کا نکاح ۵ھ و قیل ۳ھ میں انجام پایا۔ شارح مواہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ رائج ہے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کے وقت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر (۳۵) سال تھی۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا انتقال ہوا، یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ واقدی کے نزدیک ۲۱ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۵۳ برس تھی، ان کا جنازہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں، ان کو قبر میں اتارنے والے ان کے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن جحش اور بھانجے محمد بن طلحہ بن عبد اللہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم تھے۔ (36)

ان کی فضیلت بہت زیادہ ہے، ان کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ تمام ازواج مطہرات میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریبی رشتہ دار تھیں، جب کہ اوپر معلوم ہوا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور ان کا نکاح براہ راست اللہ تعالیٰ نے خود انجام دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر روزہ رکھا کرتی تھیں، راتوں کو جاگنا اور تہجد پڑنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ نیز اکثر صدقہ کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی، یہاں تک کہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ان کی سوکن تھیں) فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کا محور اور قرب خاص تمام ازواج میں سب سے زیادہ مجھے اور زینب بنت جحش کو حاصل تھا، یہ کمال درجے کی سخی تھیں، یہاں تک کہ کبھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کرتی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا کہ ”إِنَّهَا لِأَوَاهَةٌ“ یعنی زینب اللہ تعالیٰ کی طرف بہت توجہ کرنے والی ہے، ان سے صحاح ستہ اور غیر صحاح میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ صاحب روضۃ الاحباب نے ان کی مرویات کو گیارہ بتایا جن میں سے دو متفق علیہ، باقی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

دوسری عربیہ زوجہ / زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (ہلالیہ ہیں) بن حارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خَصَفَہ بن قیس بن عیلان بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ان کو ”ہلالیہ“ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نسب میں ہلال بن عامر ہیں، ان کی کنیت ام المساکین سے مشہور ہے، یہ کنیت اس لئے ہے کہ یہ مساکین کو اکثر کھانا کھلایا کرتی تھیں، یہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی رشتہ دار ہیں، ان کا اور میمونہ رضی اللہ عنہا کا نسب ہلال بن عامر میں جا کر ملتا ہے، یہ ہلال بن عامر زینب رضی اللہ عنہا کی چھٹی پشت میں، جب کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں پشت میں واقع ہے، ان کی والدہ کا نام کتابوں میں مذکور نہیں، الایہ کہ علی بن عبد العزیز جرجانی (جو علم انساب کے ماہر ہیں) نے فرمایا کہ زینب رضی اللہ عنہا ماں کی طرف سے میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن لگیں گی، ان کی ماں کا نام ہند بنت عوف ہونا چاہیے۔⁽³⁷⁾

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ دونوں بہنیں ہیں تو پھر کس طرح دونوں بیک وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں؟

جواب: سیرت شامی میں ہے کہ ان دونوں کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیک وقت نہیں ہوا، بلکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا۔⁽³⁸⁾ یعنی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، پھر تین سال سات مہینے یا آٹھ مہینے گزرنے کے بعد میمونہ نکاح میں آئیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک ۳ھ میں نکاح فرمایا اور صرف آٹھ ماہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں رہیں۔

پھر ربیع الاول ۴ھ میں انتقال ہونا مذکور ہے، بہر حال دونوں صورتوں میں ان کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ثابت ہے۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ازواج مطہرات میں سے خدیجہ بنت خویلد اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ نیز شرح مواہب میں ہے کہ انتقال کے وقت زینب بنت خزیمہ کی عمر مبارک صرف ۳۰ سال تھی، نماز جنازہ سرور کو نبین نے خود پڑھائی

اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم میں نہیں کہ حضرت زینب بنت خزیمہ سے کوئی حدیث مروی ہے۔⁽³⁹⁾

تیسری عربیہ زوجہ / میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بھی ہلالیہ ہیں۔ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن خزیم بن نجیر بن ہرم بن رویہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ اس سے اوپر کا سلسلہ نسب زینب بنت خزیمہ کے نسب میں گزر چکا، والدہ کا نام ہند ہے جو قوم جہنم میں سے تھیں، ہند کے اسلام سے متعلق اختلاف ہے۔ حافظ برہان الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے اسلام لانے کے بارے میں کوئی خبر نہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ذی قعدہ کے مہینے میں ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا، جس کا قصہ یوں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہوئے تو عمرۃ القضاء کا قصد فرمایا اور عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب سرف کے مقام پر پہنچے تو میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح میں لیا، پھر انہیں وہیں چھوڑ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے، پھر وہاں عمرہ ادا فرمایا، پھر واپسی میں سرف میں تشریف فرما ہوئے اور میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دخول فرمایا، پھر اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے گئے، یہاں تک کہ وہ مدینہ میں بقیہ حیات زندہ رہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہی صحیح قول ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تقریب“ مختصر التہذیب میں اور ”اصابہ“ میں اسی کو ترجیح دی اور جو بعض حضرات نے ۶۲ھ یا ۶۳ھ یا ۶۶ھ میں وفات ذکر کی ہے اور باعتبار وفات ازواج مطہرات میں سب سے آخری میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قول ثابت نہیں، کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا میمونہ رضی اللہ عنہا کے بعد بقید حیات ہونا ثابت ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۶۰ھ سے پہلے انتقال فرما گئیں تھیں، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا زندہ ہوں؟ ان کا انتقال بھی مقام سرف میں جہاں ان کا نکاح ہوا تھا وہیں اسی قبے میں دفن ہوئیں جو ان کی اپنی ملکیت تھی، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یقیناً

اللہ کے رسول نے مقام سرف میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا اور وہیں شب زفاف گزاری اور مقام سرف میں ہی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

ان کا جنازہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا، ان کے انتقال کے وقت عمر ۸۰ سال یا ۸۱ سال تھی۔⁽⁴⁰⁾

فضائل میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (۷۲) حدیثیں نقل کی گئی، جن میں سے سات متفق علیہ ہیں، ایک امام بخاری، پانچ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہا نے روایت کی ہیں۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نکاح کے اعتبار سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آخری زوجہ ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ازواج سے مراد وہ ازواج ہیں جو مدخول بہا ہیں، یعنی ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب بامی فرمائی۔⁽⁴¹⁾ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح خیبر والے سال ہوا، جو سات ہجری بتا ہے اور اسی سال حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا ہے، لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سال کی ابتداء میں اور میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سال کے آخر میں ہوا۔ ایک اور روایت کی رو سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سات ہجری کے درمیان میں ہوا، بہر حال ہر اعتبار سے میمونہ رضی اللہ عنہا باعتبار نکاح آخری زوجہ ہیں۔⁽⁴²⁾

چوتھی عربیہ زوجہ / حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

حضرت جویریہ بنت حارث، انہیں مصطلقیہ و خزاعیہ کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کے والد کے نسب میں جو کہ حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عابد بن مالک بن جزیہمہ آخر میں مالک بن جزیہمہ جسے مصطلق (لام کے کسرہ کے ساتھ) بھی کہا جاتا ہے اور جزیہمہ بن سعد بن کعب بن عمرو بن لُحی ہے، عمرو بن لُحی کو خزاعہ بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نسب کو عمرو بن لوئی سے آگے اس طرح بیان کیا: عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو۔⁽⁴³⁾ (اس کا لقب مزنیقیا بن عامر ہے) انہی کو ماء السماء کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس فقیر کی رائے میں نسب میں مذکور ربیعہ سے

وہی لُحیٰ مراد ہے، اصل نام ربیعہ اور لقب لُحیٰ ہے، جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تصریح کی، لیکن ان کے نسب میں اختلاف ہوا ہے، اس سلسلے میں دو قول مذکور ہیں:

(۱) یہ لُحیٰ قمعہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کا بیٹا ہے۔

(۲) لُحیٰ جس کا اصلی نام ربیعہ بن حارثہ بن عمرو ہے۔ یہ حارثہ بن عمرو بن مزریق بن عامر ماء السماء بن قحطان میں سے ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے روض میں، علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لُحیٰ کو قمعہ بن الیاس کی اولاد میں سے ہونے کی ترجیح

دی۔ (44)

جیسا کہ اس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ ”فتح القویٰ میں فی نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ میں الیاس بن مضر کے عنوان کے تحت ذکر کی، نیز عامر ماء السماء اور قحطان کے درمیان کے انساب کو اور اختلاف روایات کو عبدالمطلب بن ہاشم کے عنوان کے تحت اس مذکور رسالے میں درج کر دیا۔ جسے انساب میں دلچسپی ہو وہاں مراجعت فرمائے۔

اب لوٹتے ہیں جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذکر خیر کی طرف، مضر سے جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ محترمہ کے بارے میں بس اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ بنو مصطلق میں سے تھیں، نام معلوم نہیں ہو سکا۔ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان اسیران بنی مصطلق میں سے تھیں جو حضور ﷺ کے پاس غزوہ بنو مصطلق کے بعد لا گئے، اس غزوے کو مر یسبع بھی کہا جایا ہے، صحیح قول کی بناء پر یہ غزوہ ۵ھ میں پیش آیا اور بعض نے ۶ھ بتایا، باندیوں کی تقسیم میں جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں، ثابت بن قیس نے انہیں کہا: نواوقیہ سونادو اور آزاد ہو جاؤ۔

پھر حضرت جویریہ حضور ﷺ کے پاس آئیں اور ان الفاظ میں فریاد کی: یا رسول اللہ! میں بنت ثابت ہوں، اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں، مجھے یہ ناگہانی مصیبت پہنچی اور میں گرفتار ہو گئی اور ثابت بن قیس کے حصے میں آئی اور انہوں نے مجھے نواوقیہ سونے کے بدلے آزادی دینے کا وعدہ کیا ہے اور میرا حال یہ ہے کہ میں وہ سوناداد کرنے سے قاصر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تو چاہتی ہے کہ میں تمہیں اس بدل کتابت سے بڑھ کر کچھ دوں؟ جویریہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا بدل کتابت ادا کر کے آپ کو نکاح میں لے لوں؟ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پیش کش کو فوراً قبول کیا، تو حضور ﷺ نے انہیں بدل کتابت دے کر آزاد کرایا اور پھر ان سے نکاح فرمایا، جیسے ہی صحابہ کو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے نکاح فرمایا ہے تو بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور کہنے لگے: یہ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی ٹھہرے، انہیں کیسے ہم غلام اور باندیاں بنا سکتے ہیں، لہذا بنو مصطلق کے سات سو قیدیوں نے حضرت جویریہ کی برکت سے رہائی پائی، نکاح ۵۵ھ یا ۶۵ھ میں ہوا، اس وقت جویریہ کی عمر بیس سال تھی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے وصال کے بعد کافی عرصہ زندہ رہیں، یہاں تک کہ حضرت معاویہ کے دور خلافت میں صحیح قول کے مطابق ۵۰ھ ربیع الاول کے مہینے میں اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئیں، اس وقت ان کی عمر مبارک (۶۵) سال تھی۔ مروان بن حکم نے (جو امیر مدینہ منورہ تھے) نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں بقیع الغرقہ میں سپرد خاک کر دیا گیا، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سات احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک امام بخاریؒ اور دو امام مسلمؒ نے الگ الگ ذکر کی ہیں، بقیہ احادیث دوسری احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔⁽⁴⁵⁾

زوجہ حضرت صفیہ بنت حمّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہ بنت حمّٰی رضی اللہ عنہا بنی امیہ بن ابی خلف بن عبد بن کعب بن خزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن نحام۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ہارون علیہ السلام بن عمران جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے بھائی ہیں) کی اولاد میں سے تھیں اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام لاوی بن اسحق بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں۔ احقر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسب میں سو پیغمبر اور سو بادشاہ گزرے ہیں اور ان کے والد اپنی قوم ”بنو نضیر“ کے سردار تھے، اللہ تعالیٰ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باندی بنایا، ان کی والدہ کا نام خربت بنت سموئل ہے اور یہ سموئل بنو قریظہ کے سرداروں میں سے تھے۔

صفیہ رضی اللہ عنہا غزوہ خیبر میں گرفتار ہو کر آئی تھیں اور یہ غزوہ ۷ھ صفر یا ربیع الاول کے مہینے میں (بعض نے جمادی الاولیٰ کہا ہے) واقع ہوا اور جو بعض روایات میں ۷ھ رمضان المبارک میں واقع ہونا آیا ہے، یہ غلط ہے۔⁽⁴⁶⁾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرمادیا، پھر انہیں اپنی ذات مقدسہ کیلئے چنا، یعنی ان سے خیبر میں عقد لیا، پھر واپسی میں سید صہبا کے مقام پر پہنچ کر (جو خیبر سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے) شب زفاف، پھر ولیمہ کا اہتمام فرمایا، اس کے بعد انہیں اپنے

ساتھ مدینہ مطہرہ لے آئے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستدرک میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب میرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیاہ ہوا، میری عمر اس وقت مشکل سے سترہ برس ہو گئی یا یہ کہ سترہ کو بھی نہیں پہنچی تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان المبارک ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئی، وفات کے وقت عمر شریف ساٹھ برس تھی، انہوں نے حضور ﷺ سے کئی احادیث روایت کی تھیں۔⁽⁴⁷⁾ روضۃ الاحباب میں ہے کہ ان کی مرویات دس احادیث ہیں، جن میں سے ایک متفق علیہ اور باقی دوسری کتابوں میں ہیں۔

تعمیہ

جاننا چاہیے کہ یہ جو گیارہ ازواج مطہرات ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو گیا، سب منکوحہ اور مدخول بہا تھیں، ان کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ حضرت جویریہ کے بارے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور انہیں باندی کہا، لیکن صحیح وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے، یعنی وہ باندی نہیں، بلکہ منکوحہ حرہ تھیں، ان کے علاوہ کئی ایسی بھی ہیں جن کے ساتھ نکاح اور مباشرت اور بعض کے ساتھ صرف نکاح ثابت ہوا۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ ایسی عورتیں بارہ ہیں اور چھ ایسی ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام نکاح دیا، لیکن بعض مواضع کی وجہ سے ان کے ساتھ مقدر نہیں ہو سکا، اس اعتبار سے علامہ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول صادق آتا ہے جنہوں نے فرمایا ہے کہ جن عورتوں کے ساتھ نکاح ہوا اور جن کے ساتھ نکاح اور دخول دونوں ہوا اور جنہیں پیغام نکاح دیا گیا، مگر نکاح نہیں ہوا ان سب کی تعداد تقریباً (۳۰) ہے۔ (۲۶۳)

ازواج مطہرات سے نکاح کی ترتیب

یہ بات تو متفق علیہ ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام ازواج مطہرات میں سب سے پہلے نکاح میں آئیں اور ان کی زندگی میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا، لیکن بقیہ ازواج کی ترتیب نکاح میں اختلاف ہوا ہے، ایک ترتیب تو وہ ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی اور ایک ترتیب وہ ہے جس طرح صاحب مواہب نے ذکر کی، اس ترتیب کی روایت ”یونس عن زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ سے ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد

سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ، پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر ام سلمہ، اس کے بعد ام حبیبہ، پھر زینب بنت جحش، پھر زینب بنت خزیمہ، پھر میمونہ، پھر جویریہ اور آخر میں صفیہ رضی اللہ عنہن اجمعین سے نکاح فرمایا۔

اس ترتیب کے مطابق خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا، پھر سودہ رضی اللہ عنہا، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا، اس کے بعد زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا، پھر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، پھر جویریہ رضی اللہ عنہا، پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، پھر صفیہ رضی اللہ عنہا اور آخر میں میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

یہ صاحب مغازی ابن اسحق کی روایت ہے، ان دو ترتیبوں کے علاوہ اور کئی طرق ہیں، جنہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصلاً اپنی سیرت میں ذکر کیا۔⁽⁴⁸⁾

امہات المؤمنین وازواج مطہرات کی وفات کی ترتیب کے بارے میں یہ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور زینب بنت خرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی اور زوجہ مکرمہ کا انتقال نہیں ہوا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل ہوا اور زینب بنت خرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ۴ھ میں انتقال ہوا، جیسا کہ گزر چکا، بقیہ ازواج مطہرات کا انتقال سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ہوا، ان کی وفات کی ترتیب رائج روایات کے مطابق کچھ یوں ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں، یعنی ۳۰ھ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، اس کے بعد خلافت فاروقی کے اخیر میں ۲۳ھ میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا، اس کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ۴۴ھ، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا ۴۵ھ پھر جویریہ رضی اللہ عنہا ربیع الاول ۵۰ھ، پھر صفیہ رضی اللہ عنہا رمضان ۵۰ھ، پھر میمونہ ۵۱ھ، پھر عائشہ ۵۸ھ میں، ان چھ کی وفات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی، آخر میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یزید بن معاویہ کے دور میں ۶۱ھ ہوا۔

سرور کائنات ﷺ کے مبارک گھر میں بیک وقت ان گیارہ ازواج میں سے نو موجود تھیں اور یہ نو وہی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد زندہ رہیں۔ ان نو ازواج کا اجتماع ۷۰ھ کے اخیر میں ہوا، جیسا کہ تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان گیارہ ازواج مطہرات کا اجتماع دو وجہوں سے ممکن نہیں ہو سکا۔

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

(۲) وجہ یہ ہے کہ زینب بنت خزیمہ اور میمونہ کا اجتماع بھی ناممکن تھا، کیونکہ دونوں ماں شریک بہنیں تھیں اور دونوں کو نکال کر باقی نوہی رہ جاتی ہیں۔ (۴۹)

تمام ازواج مطہرات کی قبور مبارک جنت البقیع میں ہیں سوائے دو کے، ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ ان کی قبر مکہ معظمہ میں ہے اور دوسری میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان کی قبر مقام سرف میں ہے۔

خلاصہ:

گو کہ ازواج مطہرات پر بہت کام ہو چکا ہے۔ مگر زیر نظر مقالہ میں مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کے کام کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ کم وقت میں ازواج مطہرات کی صفات و حالات کا بہتر طور پر مطالعہ ہو سکے۔ تمام ازواج مطہرات کی سیرت ہر دور کی خواتین کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور مشعل راہ ہے۔

حوالہ جات

- ¹ السندی، محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن، مخدوم (م 1174ھ)۔ اتحاد الاکابر برویات الشیخ عبد القادر، (مخطوطہ) مقام: مکتبۃ الاستاذ الدکتور محمد بن ترکی الترکی، (اس کی اصل مکتبہ حرم کی سعودی عرب میں موجود ہے)۔ ص: ۲
- ² قادری، عبد الرسول، ڈاکٹر۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی: سوانح حیات اور علمی خدمتیں (سندھی)، (کراچی، مفتی اعظم سندھ اکیڈمی، دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ، ملیر، 2002ء) ص: ۵۶

3 مولانا دین محمد وفا کی، تذکرہ مشاہیر سندھ، اردو ترجمہ ڈاکٹر عزیز انصاری / عبداللہ وریا، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو سندھ، ص 278، 2005ء،

۴۵۴ /

4 سندھی، محمد ہاشم، مخدوم (م 1174ھ)۔ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوة۔ ترجمہ بعنوان سیرت سید الانبیاء، (مترجم: مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی)، (لاہور، مظہر علم، کلا خطائی روڈ، شاہدرہ، طبع اول، جون 2000ء) مقدمہ بذل القوۃ، ص: ۶ (ملاحظہ: مخدوم امیر احمد عباسی (م 1391ھ) نے مخدوم ٹھٹھوی کی کتاب ”بذل القوۃ“ پر کام کیا جس کے سبب سندھ یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ (پی۔ ایچ۔ ڈی) کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن ان کی وفات کی وجہ سے اس فیصلہ پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ کی عربی تصنیف پر کام کیا اور ایک طویل مقدمہ سپرد قلم فرمایا جو کہ آپ کی محنت شاقہ اور تحقیق کا شاہکار ہے۔ سندھی ادبی بورڈ جامشورو نے انہیں پہلی بار ۱۹۶۶ء کو شائع کیا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ محترم مفتی محمد علیم الدین نقشبندی نے کیا ہے جسے ادارہ مظہر علم لاہور نے ”سیرت الانبیاء“ کے نام سے ربیع الاول ۱۴۲۱ھ / جون ۲۰۰۰ء کو شائع کیا ہے۔)

5 قادری، عبدالرسول، ڈاکٹر، سوانح حیات، ص: ۵۹

6 سندھی، محمد ہاشم، مخدوم (م 1174ھ)۔ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوة۔ (مترجم: مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی) مقدمہ بذل القوۃ، ص: ۷

7 آپ کا نام سید سعد اللہ بن سید غلام محمد سلونی ہے آپ کی ولادت ”الہ آباد“ کے قریب واقع ”سلون“ نامی قصبہ میں ہوئی اور ”سلون“ میں ہی آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی آپ شیخ پیر محمد سلونی کے ہمیشہ زادے تھے جن کا شمار کبار اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ (بلگرامی، غلام علی آزاد۔ آثار الکرام، (لکھنؤ، کتب خانہ ندوۃ العلماء، س۔ ن۔ ص: ۲۹۹، مقدمہ بذل القوۃ، ص: ۹)

8 قادری، عبدالرسول، ڈاکٹر، سوانح حیات، ص: ۶۹

9 کذا فی عیون الآثار: ۱/ ۶۴

10 شامی، محمد بن یوسف صاکی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۲/ ۳۰۰

11 فتح الباری: ۷/ ۲۲۳، رقم الحدیث: ۳۸۹۶

12 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۶۷

13 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۶۷

14 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۷۷

15 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۷۷

16 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۸۰-۳۸۱

17 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۸۱

18 زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: ۴/ ۳۸۱

19	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی قسطلانی: ۳۸۱/۴
20	فتح الباری: ۳۷۳/۱
21	الإصابة: ۲۳۱/۸، عیون الآثار: ۳۶۹/۲
22	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۳۸۸/۴
23	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۳۹۲/۴
24	شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۷۰/۲
25	شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۷۰/۲
26	مسند السراج، ص: ۴۶۸
27	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۳۸۶/۴
28	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۳۹۲-۳۸۱/۴
29	السیرۃ الحلبيہ: ۴۴۱/۳
30	الفتوحات الربانیہ: ۳۲۲/۱
31	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۳۹۵-۳۹۳/۴
32	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۴۰۰-۳۹۶/۴
33	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۴۰۰-۳۹۶/۴
34	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۴۰۹-۴۰۳/۴
35	الانحزاب: ۳۷
36	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۴۱۵-۴۱۰/۴
37	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۴۱۶/۴
38	شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۲۰۵/۱۱
39	زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی المواہب اللدنیہ: ۴۱۷-۴۱۶/۴
40	شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۲۰۸-۲۰۷/۱۱، زر قانی، محمد بن عبد الباقي مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی
	علی قسطلانی: ۴۱۶/۴
41	شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۲۰۷/۱۱

-
- 42 عیون الاثر: ۲/ ۳۷۵
- 43 شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۴/ ۳۵۵
- 44 الروض الانف: ۱/ ۲۰۴، فتح الباری: ۸/ ۶۱۲
- 45 شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۱/ ۲۱۰-۲۱۱، زر قانی، محمد بن عبد الباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی قسطلانی: ۴/ ۴۲۴-۴۲۸، الفتوحات الربانیة: ۱/ ۱۹۳
- 46 شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۱/ ۲۱۲-۲۱۳
- 47 شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۱/ ۲۱۳، زر قانی، محمد بن عبد الباقی مالکی (م 1122ھ)۔ شرح الزر قانی علی الموہب اللدنیہ: ۲/ ۴۳۶
- 48 شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۱/ ۱۳۵-۱۳۶
- 49 شامی، محمد بن یوسف صالحی، (م 942ھ)۔ سبل الہدی والرشاد: ۱۱/ ۱۴۳-۲۰۵